ماہنامہ

الریاض

سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ

محرم ۱۴۲۶ھ / فروری ۲۰۰۵ء شمارہ (۱)

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ

سرداد نہ داددست درِ دستِ یزید
حقّا کہ بِنائے لَا اِلٰہ است حسینؓ

(حضرت معین الدین چشتیؒ)

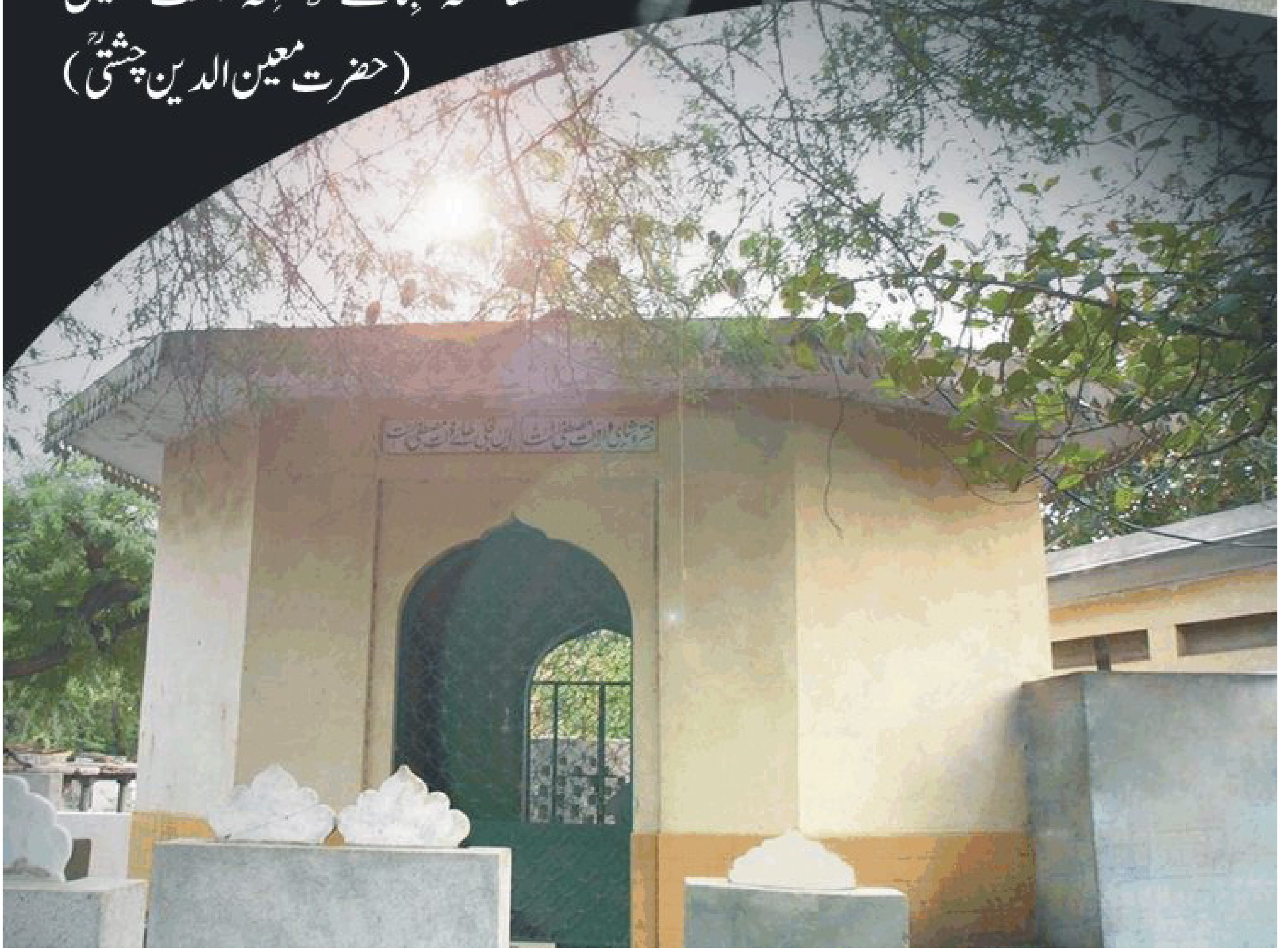

ماہنامہ **الریاض**

محرم ۱۴۲۶ھ/فروری ۲۰۰۵ء شمارہ (۱)

سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ

ویب سائٹ: www.haqqaniya.org

ای میل: info@haqqaniya.org

فہرست

		صفحہ نمبر
ضَربِ ھُوْ (توحید باری عَزّاسمُہٗ)	کلام: مولانا حسن رضا خان صاحبؒ	۱
نعت	کلام: مولانا محمد علی جوہر صاحبؒ	۲
سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ	-	۳
دو یتیم	تحریر: علامہ ارشد القادریؒ	۷
تعارف سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ	-	۱۷
صحت کے راز	کلام: مسز رضیہ نکہت بٹ	۲۰
حدیثِ دل	-	-

اراکین

محمد ندیم کھوکھر سراجی حقانی

علی سلطان قریشی سراجی حقانی

غلام مرتضیٰ سراجی حقانی

فہد حمید

محمد رضوان عالم قادری — گرافکس ڈیزائنر، کمپوزر

ضَربِ ھُوَ

(توحید باری عَزّاسمہٗ)

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

تو کسی جا نہیں اور ہر جا ہے تو　　تو منزہ مکاں سے مبرہ زسو
علم و قدرت سے ہر ہے جا تو کو بکو　　تیرے جلوے ہیں ہر ہر جگہ اے عفو

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

قلب کو اس کی رویت کی ہے آرزو　　جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چار سو
بلکہ خود نفس میں ہے وہ سبحنہٗ　　عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

طائرانِ جناں میں تری گفتگو　　گیت تیرے ہی گاتے ہیں وہ خوش گلو
کوئی کہتا ہے حق کوئی کہتا ہے ھُو　　اور سب کہتے ہیں لا شریک لَہٗ

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

بھر دے الفت کی مے سے ہمارا سبو　　دل میں آنکھوں میں تو اور لب پر ہو تو
کیف میں وجد کرتے پھریں کو بکو　　ورد گایا کریں پے بہ پے سو بسو

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

عَفُو فرما خطائیں مری اے عَفُو　　شوق و توفیق نیکی کا دے مجھ کو تُو
جاری دل کر کہ ہر دم رہے ذکرِ ھُو　　عادتِ بد بدل اور کر نیک خُو

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

عرش و فرش و زمان و جہت اے خدا　　جس طرف دیکھتا ہوں جلوہ ترا
ذرے ذرے کی آنکھوں میں تو ہی ضیا　　قطرے قطرے کی تو ہی تو ہے آبرو

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

خوابِ نوری میں آئیں جو نورِ خدا　　بقعۂ نور ہو اپنا ظلمت کدہ
جگمگا اٹھے دل چہرہ ہو پُر ضیاء　　نوریوں کی طرح شغل ہو ذکرِ ھُو

اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو ، اللّٰہ ھُو

کلام: مولانا حسن رضا خان صاحبؒ

سنیے : http://brain.com.pk/~chishty/Audio/Hamd/Allahu_Allahu_Allahu.ram

ڈاؤنلوڈ کیجیے : http://brain.com.pk/~chishty/Audio/Hamd/Allahu_Allahu_Allahu.rm

نعت

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں

ہر لحظہ تشفّی ہے ہر آن تسلّی ہے
ہر وقت ہے دل جوئی ہر دم ہیں مداراتیں

کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہر روز یہی باتیں

معراج کی سی حاصل سجدوں میں میں ہے کیفیت
اِک فاسق و فاجر مَیں اور ایسی کراماتیں

بے مایہ سہی لیکن شائد وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہی درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

کلام: مولانا محمد علی جوہر صاحبؒ

حدیثِ دل

جب مجھے حضرت حسین بن منصور حلاج صاحب رحمت اللّٰہ علیہ کے دربار میں رسائی حاصل ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ انا الحق کا کیا معاملہ ہے۔ جواب ملا کہ حق تو حق ہے، وہ بھی حق ہے، میں بھی حق ہوں، میں فنا میں حق ہوں، وہ بقا میں حق ہے۔

حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانی رحمت اللّٰہ علیہ

سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ

اے اللہ تعالیٰ یہ اعزاز یہ شانِ حسینؓ
آسماں ہے سر بسجدہ سُوئے ایوانِ حسینؓ

اللہ اللہ رفعتِ ذکرِ جوانانِ بہشت
ذرّہ ذرّہ دہر کا ہے منقبت خوانِ حسینؓ

ہے حریمِ قصرِ رضوان مشہدِ ابنِ رسولؐ
وسعتِ اوجِ فلک ہے صحن ایوانِ حسینؓ

تابشیں سینہ میں ہیں نور چراغ طور کی
نورِ ایماں ہے خیالِ رُوئے تابانِ حسینؓ

سر بسجدہ رہنے والے سر چڑھے نیزے پہ آج
ہے سرِ میداں یہ معراجِ شہیدانِ حسینؓ

دیکھ کر اکبر کو آغوشِ حسینؓ بدر میں
ہو گیا قاسمؓ حسنؓ کا چاند قربانِ حسینؓ

ملتفت کیا خاک ہوتے جانبِ آبِ فرات
تشنہ آب بقا تھے تشنہ کامانِ حسینؓ

رکھ دیا جامِ شہادت بھر کے زیرِ آب تیغ
خود یدِ قسرت نے کی تکمیل ارمانِ حسینؓ

سرخی افسانہ شام و سحر سے ہے عیاں
جذب ہے رنگِ شفق میں خونِ دامانِ حسینؓ

بجھ گیا آخر چراغ قصر بیداد یزید
ہے منور حشر تک شمع شبستانِ حسینؓ

پھر پحشر کی حرارت سے اماں پائے ضیا
ڈال دے اے رحمت حق سر پہ دامانِ حسینؓ

کلام: علامہ ضیاء القادری صاحبؒ

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیّدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر، سردار الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محبوب ترین نواسے، سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ ائمہ اثناء عشر میں تیسرے امام ہیں۔ نام مبارک حسینؓ، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سیّد، شہید ولی، زکی، طیب اور سبطِ اصغر ہے۔ آپؓ مدینہ طیبہ میں ۴ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تحنیک فرمائی، لعاب دہن آپؓ کے منہ میں دیا اور اسم مبارک حسینؓ رکھا۔ آپؓ نے ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو میدانِ کربلا میں شربتِ شہادت نوش فرمایا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے قدم تک حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بالکل مشابہ تھے۔ آپؓ اس درجہ حسین و جمیل تھے کہ جو آپؓ کو دیکھتا والہ و شیدا ہو جاتا۔ آپؓ علم و عمل، زہد و تقویٰ، جود و سخا، شجاعت و فتوحات، اخلاق و مروت، صبر و شکر، حلم و حیا وغیرہ صفات حسنہ میں بوجہ کمال اطاق اور مہمان نوازی، غربا پروری، اعانت مظلوم، صلہ رحم اور پرورش فقرا و مساکین میں شہرۂ آفاق تھے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے شدید محبت تھی۔ آپؐ جس وقت امام عالی مقامؓ کے رونے کی آواز سنتے تو بیتاب ہو کر فرماتے کہ حسینؓ کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے۔

آپؐ کو امام حسینؓ کی خاطر داری اس درجہ منظور تھی کہ امام حسینؓ حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو کر دہن مبارک میں ڈوری بطور لگام لگا کر گھوڑا بنا کر کھینچتے پھرتے تھے اور حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم گھٹنوں کے بل امام حسینؓ کی خواہش کے مطابق اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے۔

وہ امام عالی مقامؓ کہ جن کے رونے سے حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کا دل دکھتا تھا، اسی لاڈلے کے ساتھ کوفیوں نے جو منافقت دکھائی اور میدانِ کربلا میں جو ظلم کیا اُس سے ہر مسلمان واقف ہے۔ آپؓ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا، آپؓ کے جسم سے کپڑے اتارے گئے، قاتل فوجیوں کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی جبکہ آپؓ اور آپؓ کے ساتھیوں کے بے سر کے جسم مبارک گھوڑوں تلے روند کر وہیں چھوڑ دیے گئے جن کو بعد میں قریبی دیہات کے باشندوں نے آ کر دفن کیا۔ شہداء کے سروں کو نیزوں پہ چڑھایا گیا اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ یہ فتح مند لشکر نیزوں میں چھدے ہوئے سروں کو آگے آگے لے کر چلا۔ فوج کے حلقے میں خواتین اھلِ بیت تھیں جو اونٹوں کی پشت پر رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔

فاطمہ زہراؓ کا گلزار لٹا جاتا ہے　　عاشقِ ایزدِ غفار لٹا جاتا ہے
خلد کا مالک و مختار لٹا جاتا ہے　　دلبر سیّد ابرار لٹا جاتا ہے
پسرِ حیدرِ کرار لٹا جاتا ہے

جس کا ناناؐ شبِ معراج فلک پر جائے　　جسکو جبریلِ امیں خلد سے میوہ لائے
جس کے اندازِ لڑکپن بھی خدا کو بھائے　　کون دنیا میں ہے ایسا جو یہ رتبہ پائے
جس پہ اللّٰہ کا ہے پیار لٹا جاتا ہے

دیکھ کر رو دئیے سرکارؓ علی اصغر کو　　لے کے رن میں گئے ناچار علی اصغر کو
نہ ملا قطرہ بھی زنہار علی اصغر کو　　بولے اور خوب کیا پیار علی اصغر کو
ہائے یہ بھی گل بے خار لٹا جاتا ہے

کاش فرمائیں مجھے یاد جو فرزندِ نبیؐ　　سر کے بل کربلا جاؤں میں بدایوں سے ابھی
عمر اسی سوچ میں گزریگی اور اب تک گزری　　اک دم کو بھی وطن میں مجھے راحت نہ ملی
تھا جو امیدوں کا انبار لٹا جاتا ہے

کلام: احمد حسین بدایونی صاحبؒ

میدانِ کربلا میں امام حسینؓ کی شہادت کے بعد جب اھلِ بیت کا مظلوم قافلہ کوفہ پہنچا تو در و بام پر عورتوں اور مردوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے اور وہ خاندانِ نبوت کی مظلومی کو دیکھ کر چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔ امام زین العابدین رحمت اللّٰہ علیہ کو ان غداروں کے نالہ و فغاں پر غصہ آ گیا۔ آپؒ نے فرمایا: منافقو،

بزدلو اور بے غیرتو! اب روتے ہو۔ اب مصروفِ آہ و فغاں ہو۔ تمہارے ہی خنجروں نے آلِ رسولؐ کو ذبح کیا اور ان کا خون اس سنگدلی سے بہایا کہ دنیا کی تاریخ میں آج تک اس سفاکی سے خون نہ بہایا گیا ہو گا۔ کیا تم نے میرے بابا جان کو خطوط بھیج کر نہ بلایا تھا۔ کیا تم اپنے سینوں پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہو کہ اس واقعہ کی ذمہ داری تم پر نہیں اور یقیناً ہے۔ قصابو اور ظالمو! اپنے اعمال اور انجام پر روؤ اور خوب روؤ اور اگر شرم ہو تو آنسوؤں کے سیلاب میں ڈوب مرو۔

علامہ ابنِ جوزیؒ، علامہ ابنِ سیرینؒ، کتب سیر اور تہزیب التہزیب کی روایات سے پتا چلتا ہے کہ اس واقعے کے بعد کوفہ کی چھتوں پر خون کی اسقدر بارش ہوئی کہ مکانات کے پرنالے جاری ہو گئے اور گھروں میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ بقول مولانا شبیر حسن عثمانی صاحبؒ:

آسمان سے خون کی بارش کوفہ کے دارالامارت سے
خون کی روانی، جنات کئے نوحے

ایک اور روایت کے مطابق آفتاب کو ایسا گرہن لگا کہ تین دن تک سارا جہاں تاریک ہو گیا۔ اس کے بعد آسمان سرخ ہو گیا اور یہ سرخی چھ ماہ تک مسلسل قائم رہی۔ علامہ ابن سیرینؒ کے خیال میں یہی سرخی روزانہ غروبِ آفتاب کے وقت نظر آتی ہے۔ آپؒ کے بیان کے مطابق یہ سرخی واقعہ کربلا سے پیشتر موجود نہ تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے دربار میں پیش کیا گیا اور وہ سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کرنے لگا تو اس وقت دربار میں قیصرِ روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ رومی سفیر نے کہا: یزید! افسوس کل کی بات ہے کہ رسولِ خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اور اپنی اولاد و امجاد کو مومنین کے سپرد کر گئے۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ تُونے اس کے پیارے فرزند کو کس ذلت اور بے قدری کے ساتھ ذبح کیا اور اس کی ذریات کی بے پردہ تشہیر کرائی۔ ہمارے پیغمبر عیسیٰؑ کے گدھے کا سم بعض جزائر میں ابتک موجود ہے۔ ہم لوگ ہر سال اس کی زیارت کرتے ہیں، بقدر حیثیت نذریں چڑھاتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ افسوس صد افسوس تُونے اپنے نبیؐ کے فرزند کو جو راکبِ دوشِ رسولؐ اور جگرِ گوشۂ بتولؓ تھا بے دریغ قتل کر ڈالا اور ان کی اولاد و امجاد کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر دل کا غبار نکالا۔ یزید نے جواب دیا: اگر تُو قیصرِ روم کا سفیر نہ ہوتا تو تجھے اسی وقت قتل کر دیتا۔ رومی سفیر نے کہا: پتھر پڑیں تیری عقل پر کہ سفیر قیصرِ روم کا تو اتنا لحاظ اور اولادِ رسولؐ کے ساتھ یہ معاملہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ گمراہ اور بے دین ہو۔

یزید کے اسی دربار میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا: یزید! مجھ میں اور داؤدؑ میں ستّر پشت کا فاصلہ ہے۔ میں داؤدؑ کی اولاد ہوں مگر یہودی سب کے سب اِس وقت تک میری عظمت و حرمت کا دم

بھرتے ہیں اور مجھ پر جان چھڑکتے ہیں۔ تُو کیسا مسلمان ہے کہ اپنے نبیؐ کے نواسے کو سفاکی سے قتل کرا دیا۔

یزید نے نبی زادیوں کے طوق و رسن کھلوائے اور انھیں اپنے محل میں بھجوا دیا۔ یزید کی بیوی ایک خدا ترس عورت تھی۔ وہ پیغمبر زادیوں کی یہ حالت دیکھ کر بیتاب ہو گئی اور چیخ کر رو پڑی۔ یزید بے تاب ہو گیا اور اس نے ستمزدگان کی خاطر مدارت کی اور زادِ راہ دے کر اُنھیں بشیر بن نعمان کی حفاظت میں مدینے روانہ کر دیا۔ جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو تمام اہلِ بیت کی چیخیں نکل گئیں اور واجداہ وامحمداہ کی دلدوز صداؤں سے گنبد افلاک گونج اٹھا۔ اس نالہ و فغاں پر اہلِ مدینہ کا دل پارہ پارہ ہو گیا۔ حضرت عبد اللّٰہ بن جعفر رضی اللّٰہ عنہ، حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہ، حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللّٰہ عنہا کی حالت تو روتے روتے غیر ہو گئی۔ برسوں لوگوں کے دل ٹھکانے نہیں آئے۔ دنیا میں بہت سے مظالم ہوئے اور زمانے سے سب فراموش ہو گئے مگر یہ واقعہ نہ اب تک بھولا ہے اور نہ اسے کوئی بھول پائے گا۔

حوالہ: ماھنامہ عطائے رسولؐ (شہیدِ اعظم نمبر)

حدیثِ دل

مجدد الفِ ثانی حضرت احمد سرہندی صاحب رحمت اللّٰہ علیہ نے دیکھا کہ شیطان فارغ بیٹھا ہے۔ پوچھا کہ تیرا کام تو بہکانہ ہے مگر تُو تو فارغ بیٹھا ہے۔ کہنے لگا کہ میرا کام علماء کر رہے ہیں اور انھوں نے مجھے فارغ کر رکھا ہے۔

حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانی رحمت اللّٰہ علیہ

اگر تم اپنے بچوں کی پرورش کے ساتھ علمِ دین بھی سکھلاؤ تو اس کا اجر جہاد سے فزوں تر ہے۔

حضرت عبد اللّٰہ بن مبارک رحمت اللّٰہ علیہ

دو یتیم

آج خانوادہ نبوت کے چشم وچراغ حضرت امام مسلمؓ کے مقدس خون سے کوفے کی سرزمین سرخ ہو گئی تھی۔نبی زادے کے خیر مقدم کے لئے آنکھوں کا فرش بچھانے والی آبادی اب اس کی تڑپتی ہوئی لاش کے سامنے کھڑی مسکرارہی تھی۔ تلواروں کی دھار' برچھوں کی انی اور تیروں کی نوک پر اب بھی خون کے نشانات موجود تھے۔ ابن زیاد کے حکم سے حضرت امامؓ کی مقدس نعش شاہراہ عام پر لٹکا دی گئی تھی۔ کئی دن تک لٹکی رہی۔ نبیؐ کا کلمہ پڑھنے والے کھلی آنکھوں سے یہ ہولناک منظر دیکھتے رہے۔ آل رسولؐ کی جان لیکر بھی شقاوتوں کی پیاس نہیں بجھ سکی، ہائے رے نیرنگی عالم! زمین و آسمان کی وسیع کائنات جس کے گھر کی ملکیت تھی آج اس کی تربت کے لئے کوفے میں گز بھر زمین نہیں مل رہی تھی۔ جس کی رحمتوں کے فیضان نے اہل ایمان کی جانوں کا نرخ اونچا کر دیا تھا۔ آج اسی کے نور نظر کا خون ارزاں ہو گیا تھا۔ شرم سے سورج نے منہ چھپا لیا۔ فضاؤں نے سوگ کی چادر اوڑھ لی جب شام آئی تو کوفہ ایک بھیانک تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔

مہمان کے ساتھ دغا قیامت تک کے لئے ضرب المثل بن گیا۔ شقاوتوں کی انتہا بھی نہیں ہوئی تھی جور و ستم کی وادی میں بدبختوں کا گھٹا اندھیرا اور بڑھتا جا رہا تھا۔ اچانک رات کے سناٹے میں ابن زیاد کی حکومت کے ایک منادی نے اعلان کیا۔ مسلمؓ کے دونوں بچے جو ہمراہ آئے تھے کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ہر خاص و عام کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو بھی انہیں اپنے گھر میں پناہ دے گا اسے عبرت ناک سزا دی جائے گی اور جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

حضرت امام مسلمؓ کے دونوں یتیم بچے جن میں سے ایک کا نام محمد تھا اور انکی عمر آٹھ سال کی تھی اور دوسرے کا نام ابراہیم تھا اور انکی عمر چھ سال کی تھی۔ کوفے کے مشہور عاشق رسول قاضی شریح کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ یہ اعلان سن کر قاضی شریح کا کلیجہ ہل گیا۔ حضرت مسلمؓ کے جگر گوشوں کا دردناک انجام نگاہوں کے سامنے ناچنے لگا۔ دیر تک اسی فکر میں غلطاں رہے کہ کس طرح انہیں ظالموں کے چنگل سے بچایا جائے۔ کافی غور و غوض کے بعد یہ صورت حال سمجھ میں آئی کہ راتوں رات بچوں کو کوفے سے باہر منتقل کر دیا جائے۔ اضطراب کی حالت میں اپنے بیٹے کو آواز دی۔ نہایت احتیاط کے ساتھ کسی محفوظ راستے سے بچوں کو شہر پناہ کے باہر پہنچا دو۔ رات کو مدینے کی طرف جانے والا ایک قافلہ آبادی کے قریب سے گزر رہا ہے انہیں کسی طرح ان کے ساتھ لگا دو۔

زاد راہ مکمل ہو جانے کے بعد رخصت کرنے کے لئے دونوں بچوں کو سامنے بلایا جونہی ان پر نظر پڑی فرط سے آنکھیں بھیگ گئیں۔ ضبط کا پیمانہ چھلک اٹھا۔ منہ سے ایک چیخ نکلی اور بے تاب ہو کر دونوں بچوں کو سینے سے لگا لیا۔ پیشانی چومی، سر پر ہاتھ رکھا اور سکتے کی حالت میں دیر تک دم بخود رہے۔

باپ کی شہادت کے واقعہ سے بچے اب تک بے خبر رکھے گئے تھے اور نہ انہیں یہ بتایا گیا تھا کہ اب خود ان کی ننھی گردنیں بھی خون آشام تلواروں کی زد پہ ہیں۔ قاضی شریح کی اس کیفیت پر بچے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ بڑے بھائی نے حیرانی کے عالم میں دریافت کیا: ہمیں دیکھ کر گریہ بے اختیار کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اچانک اتنی رات کو پاس بلا کر ہمارے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنا بے سبب نہیں ہے اس طرح کی پھوٹ پڑنے والی ہمدردی تو ہمارے خاندان میں یتیموں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ تیر نشتر کی طرح دل میں آر پار ہو جانے والا جملہ ابھی ختم نہیں ہو پایا تھا کہ پھر فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور قاضی شریح نے برستی آنکھوں کے ساتھ گلوگیر آواز میں بچوں کو جواب دیا: گلشن رسولؐ کے مہکتے غنچو! کلیجہ منہ کو آ رہا ہے زبان میں تاب گویائی نہیں ہے کس طرح خبر دوں کہ تمہارے ناز کا چمن اجڑ گیا اور تمہاری امیدوں کا آشیانہ دن دھاڑے ظالموں نے لوٹ لیا۔ ہائے تم پردیس میں یتیم ہو گئے۔ تمہارے باپ کو کوفیوں نے شہید کر ڈالا اوراب تمہاری ننھی جانیں بھی خطرے میں ہیں۔ آج ہی سے خون کے پیاسے تمہاری تلاش میں ہیں۔ ننگی تلواریں لئے ہوئے حکومت کے جاسوس تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں۔

یہ خبر سن کر دونوں بچے ہیبت وخوف سے کانپنے لگے۔ ننھا سا کلیجہ سہم گیا۔ پھولوں کی شاداب پنکھڑی مرجھا گئی۔ منہ سے ایک چیخ نکلی اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ ہائے رے تقدیر کا تماشا! ابھی چند دن ہوئے کہ ماں کی مامتا نے پیار کی ٹھنڈی چھاؤں میں مدینے سے رخصت کیا تھا۔ ناز اٹھانے کے لئے باپ کی شفقتوں کا قافلہ ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اب نہ باپ کا دامن ہے کہ پکڑ کر مچل جائیں نہ ماں کا آنچل ہے کہ سہم جائیں تو منہ چھپا لیں۔ کچی نیند سو کر اٹھنے والے اب کسے آواز دیں، کون ان کی پلکوں کے آنسو اپنی آستین میں جذب کرے۔ آہ غنچوں کی وہ نازک پنکھڑی جو شبنم کا بار بھی نہیں اٹھا سکتی آج اس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔

پردیس میں ننھی جانوں کے لئے باپ کی شہادت ہی کی خبر کیا کم قیامت تھی کہ اب ان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ قضا تیغ برہنہ لئے سر پہ کھڑی تھی۔ آنکھوں کے سامنے امیدوں کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ قاضی شریح سے بچوں کا بلک بلک کر رونا اور بچھاڑیں کھا کھا کر تڑپنا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا: بنو ہاشم کے نونہالو! اس طرح پھوٹ پھوٹ کر مت روؤ، دشمن دیوار سے کان لگائے کھڑے ہیں۔ تم اپنے باپ کی ایک مظلوم یادگار ہو۔ تاجدار عربؐ کی ایک مقدس امانت ہو۔ نازک آبگینوں کو کہیں ٹھیس لگ گئی تو میں محشر میں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہوں گا، اس لئے میری کوشش ہے کہ کسی طرح تمہیں مدینے کے دارالاماں تک پہنچا دیا جائے۔ اسی وقت رات کے سناٹے میں تم دونوں ہمارے بیٹے کے ہمراہ کوفے سے باہر نکل جاؤ اور جو قافلہ مدینے کی طرف جا رہا ہے اس میں شامل ہو جاؤ۔ اپنے نانا جانؐ کے جوار رحمت میں پہنچ کر ہماری طرف سے درود و سلام کی نظر پیش کردینا۔ اچھا جاؤ خدا عز و جل تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

بھیگی پلکوں کے سائے میں قاضی شریح نے بچوں کو رخصت کیا۔ پاسبانوں اور جاسوسوں کی نگاہوں سے چھپ چھپا کر قاضی شریح کے بیٹے نے بحفاظت تمام انہیں کوفہ کی شہر پناہ کے باہر پہنچا دیا۔ سامنے

کچھ ہی فاصلے پر ایک گزرتے ہوئے قافلے کی گرد نظر آئی۔ انگلی کے اشارے سے بچوں کو دکھلایا۔ اشارہ پاتے ہی تیزی سے بچے قافلے کی طرف دوڑے اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

رات کا وقت، دہشت خیز سناٹا، بھیانک اندھیرا، خوف و ہیبت میں ڈوبا ہوا ماحول اور آغوش مادر کی تازہ بچھڑی ہوئی دو ننھی جانیں، نہ ہاتھ میں عقل و شعور کا چراغ، نہ ساتھ میں کوئی رفیق و رہبر تھوڑی دور چل کر راستہ بھول گئے۔ ہائے رے گردش ایام! کل تک جن لاڈلوں کا قدم پھولوں کی سیج پر تھا آج ان ہی کی راہ میں کانٹوں کی برچھیاں کھڑی تھیں۔ جو اپنے نانا جانؐ کے مزار تک بھی باپ کی انگلیوں کا سہارا لئے بغیر نہیں جا سکتے تھے، آج وہ یکہ و تنہا دشت غربت میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کبھی عادت نہیں تھی۔ چلتے چلتے گر پڑتے۔ قدم قدم پر ٹھوکر لگتی، تلوؤں میں کانٹے چبھتے تو اُف کر کے بیٹھ جاتے۔ ہوا سنسناتی تو دہشت سے کانپنے لگتے۔ پتے کھڑکتے تو ننھا سا کلیجہ سہم جاتا۔ درندوں کی آواز آتی تو چونک کر ایک دوسرے سے لپٹ جاتے۔ ڈر لگتا تو ٹھٹھک جاتے۔ پھر چلنے لگتے۔ کبھی بلک بلک کر ماں کو یاد کرتے۔ کبھی مچل مچل کر باپ کو آواز دیتے کبھی حیرانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ تکتے اور کبھی ڈبڈبائی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتے۔

جب تک پاؤں میں سکت رہی اسی کیفیت کے ساتھ چلتے رہے۔ جب مایوس ہو گئے تو ایک جگہ تھک کر بیٹھ گئے۔ ذرا تقدیر کا تماشا دیکھئے! کہ رات کا پچھلا پہر تھا۔ ڈھلتی ہوئی چاندنی ہر طرف بکھر گئی تھی۔ ابن زیاد کی پولیس کا ایک دستہ جو ان بچوں کی تلاش میں نکلا تھا، گشت کرتا ہوا ٹھیک وہیں پر آ کر رُکا۔ جونہی نظر پڑی قریب آیا اور دریافت کیا: تم کون ہو؟ بچوں نے یہ سمجھ کر کہ یتیموں کے ساتھ ہر شخص کو ہمدردی ہوتی ہے اپنا سارا حال صاف صاف بیان کر دیا۔ ہائے رے بچپن کی معصومی! ان بھولے نونہالوں کو کیا خبر تھی کہ وہ خون کے پیاسوں کو اپنا پتا بتا رہے ہیں! یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ یہی حضرت مسلمؓ کے بچے ہیں، جلادوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ مشکیں کسیں اور گھسیٹتے ہوئے اپنے ہمراہ لے چلے۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر ڈوبتے ہوئے تاروں کی آنکھیں جھپک گئیں، چاند سا چہرہ فق ہو گیا، شدت کرب سے ابن عقیلؓ کے یتیم بلبلا اٹھے، دل دہلا دینے والی فریاد صحرا میں گونجی: ہم بن باپ کے بچے ہیں، ہماری یتیمی پر رحم کرو! رات بھر چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ ہماری مشکیں کھول دو۔ اب اذیت برداشت کرنے کی سکت باقی نہیں ہے۔ نانا جانؐ کا واسطہ ہمارے گھائل جسم پر ترس کھاؤ۔ سنسان جنگل میں یتیموں کی فریاد سن لو۔

اس نالہ درد سے دھرتی کا کلیجہ ہل گیا لیکن سنگدل اشقیاء ذرا بھی متاثر نہیں ہوئے ترس کھانے کی بجائے ظالموں نے فرط غضب میں پھول جیسے رخساروں پر طمانچہ مارتے ہوئے جواب دیا: تمہاری تلاش میں کئی دن سے آنکھوں کی نیند اڑ گئی ہے، کھانا پینا حرام ہو گیا ہے اور تم راہ فرار اختیار کرنے کے لئے جنگل جنگل چھپتے پھر رہے ہو۔ جب تک تم کیفر کردار کو نہیں پہنچ جاتے تم پر کوئی رحم نہیں کیا جائے گا۔

طمانچوں کی ضرب سے نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صورتیں ماند پڑ گئیں۔ چہرے پر انگلیوں کے نشانات ابھر آئے۔ رونے کی اجازت نہیں تھی کہ دل کا بوجھ ہلکا ہوتا، ایک گرفتار پنچھی کی طرح سسکتے

لرزتے کانپتے سر جھکائے شکنجے میں کسے قدم قدم پر جفا کاروں کے ظلم و ستم کی چوٹ کھاتے رہے۔ اب اسید کا چراغ گل ہو چکا تھا، دل کی آس ٹوٹ چکی تھی سب کو آواز دے کر تھک چکے تھے۔ کہیں سے کوئی چارہ گر نہیں آیا۔ بالآخر ننھا سا دل مایوسیوں کے ساتھ اتھاہ ساگر میں ڈوب گیا۔ اب موت کا بھیانک سایہ دن کے اُجالے میں نظر آ رہا تھا۔ اسی عالم یاس میں وہ کشاں کشاں کوفہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اپنے مستقر پر پہنچ کر سپاہیوں نے ابن زیاد کو خبر دی۔ حکم ہوا بچوں کو قید خانے میں ڈال دیا جائے اور جب تک دمشق سے کوئی اطلاع نہیں آجاتی کڑی نگرانی رکھی جائے۔

حکومت کے سپاہی ابن زیاد کی ہدایت کے مطابق دونوں بچوں کو داروغہ جیل کے حوالے کر کے چلے گئے۔داروغہ نہایت شریف النفس اور دل نثار اہل بیت تھا اس نے نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ ہاشمی شہزادوں کی راحت وآسائش کا انتظام کیا۔ دوپہر رات گزر جانے کے بعد اپنی جان پر کھیل کر اس نے دونوں بچوں کو جیل سے باہر نکالا اور اپنی حفاظت میں قادسیہ جانے والی سڑک پر انہیں پہنچا کر ایک انگوٹھی دی اور اپنے بھائی کا پتہ بتاتے ہوئے کہا کہ قادسیہ پہنچ کر تم اس سے ملاقات کرنا اور بطور نشانی یہ انگوٹھی دکھانا وہ بحفاظت تمام مدینہ پہنچا دیگا۔ یہ کہہ کر اس نے ڈبڈباتی آنکھوں سے بچوں کو رخصت کیا۔ قادسیہ کی طرف جانیوالا کاراوں کچھ ہی دور تیار تھا۔ بچے بے تحاشا اس کی طرف دوڑے، لیکن نوشتہ تقدیر نے پھر اپنا کرشمہ دکھایا، پھر گھٹا کی اوٹ سے نکلا ہوا سورج گہنا گیا، پھر مدینے کے ان ننھے مسافروں کو دشت غربت کی بلاؤں نے آکے گھیر لیا، پھر کچھ دور چل کر راستہ بھٹک گئے قافلہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔

پھر رات کا وہی بھیانک سناٹا، وہی خوفناک تاریکی، وہی سنسان جنگل، وہی شام غربت کا ڈراؤنا خواب، ہر طرف خون آشام تلواروں کا پہرہ، قدم قدم پر وحشتوں کا سایہ۔ چلتے چلتے پاؤں شل ہو گئے، تلوؤں کے آبلے پھوٹ پھوٹ کر بہنے لگے، روتے روتے آنکھوں کا چشمہ سوکھ گیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ جہاں سے رات کو چلے تھے گھوم پھر کر وہیں موجود ہیں۔ ہائے تقدیر کا چکر اس دنیا میں کیڑے مکوڑوں اور چرند پرند تک کا اپنا رین بسیرا ہے۔ لیکن خاندان نبوتؐ کے دو ننھے یتیموں کے لئے کہیں پناہ کی جگہ نہیں ہے۔

جب سویرا ہو گیا اور ہر طرف لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی تو کل کی گرفتاری کا واقعہ یاد کر کے بچے بے قرار ہو گئے۔ دشمن کی نظر سے چھپنے کے لئے ہر طرف نظر دوڑائی لیکن چٹیل میدان میں کوئی محفوظ جگہ نہیں مل سکی۔ حیرانی بیچارگی مایوسی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جائیں؟ کیا کریں۔ انجام سوچ کر آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ تھوڑی ہی دور ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا: چلو وہاں ہاتھ منہ دھولیں، نماز فجر کا وقت بھی ہو گیا ہے، خدا عز و جل کی طرف سے اگر ہمارا آخری وقت آ ہی گیا ہے تو اب اُسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ چشمے کے قریب پہنچ کر انہیں ایک بہت پرانا درخت نظر آیا اس کا تنا اندر سے کھوکھلا تھا۔ پناہ کی جگہ سمجھ کر دونوں بھائی اسی میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

ذرا سی آہٹ ہوتی تو دل دھڑکنے لگتا۔ کوئی راہ گیر گزرتا تو دشمن سمجھ کر سہم جاتے، ایک پہر

دن چڑھنے کے بعد کوفہ کی طرف سے ایک لونڈی پانی بھرنے کی غرض سے پانی کے چشمے کے کنارے آئی۔ پانی میں برتن ڈبونا ہی چاہتی تھی کہ اسے سطح آب پر آدمی کا عکس نظر آیا۔ پلٹ کر دیکھا تو دو ننھے بچے درخت کی کھوہ میں سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ سفید پیشانی سے نور کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ لالہ کی طرح دہکتے عارض پر موسم خزاں کی اداسی چھا گئی تھی۔ لونڈی نے حیرانی کے عالم میں دریافت کیا: اے گلشن دلربائی کے نوشگفتہ پھولو تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ ایک بار کے ڈسے ہوئے تھے، کچھ جواب دینے کی بجائے خوف و دہشت سے لرزنے لگے۔ پھوٹ پھوٹ کر بہنے والے آنسوؤں سے چہرہ شرابور ہو گیا۔ لونڈی نے تسلی آمیز لہجے میں کہا: ناز کے پلے ہوئے لاڈلو! یقین کرو میں تمہارے گھر کی بھکارن ہوں دشمن نہیں ہوں۔ تم نہ بھی اپنا پتہ ٹھکانہ بتاؤ جب بھی تمہارا یہ نورانی چہرہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ تم بی بی فاطمہؓ کی جنت کے پھول ہو۔ سچ بتاؤ! کیا تم ہی امام مسلمؓ کے نونہال ہو؟ لونڈی نے چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا: فلک نشین شہزادو! کیڑے مکوڑوں کے بھٹ سے باہر آنکلو۔ آؤ! میرے دل میں بیٹھو، آنکھوں میں سما جاؤ۔

لونڈی کے اصرار پر بچے درخت کی کھوہ سے باہر نکلے اور ہمدرد و غمگسار سمجھ کر اس سے اپنا سارا حال بیان کر دیا۔ ان کی دردناک سرگزشت سن کر لونڈی کا کلیجہ ہل گیا۔ آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگیں۔ دل کی بے قرار کیفیت پر قابو پانے کے بعد بچوں کو چشمے کے کنارے لے گئی۔ آنسو پونچھے، منہ دھلایا، بالوں کا غبار صاف کیا اور انہیں دلاسا دیتے ہوئے محفوظ راستے سے اپنے گھر لائی۔ اس کی مالکہ بھی خاندان اہل بیت سے والہانہ عقیدت رکھتی تھی۔ اپنی مالکہ کے سامنے دونوں بچوں کو پیش کرتے ہوئے کہا: خوش نصیب بی بی! چمنستان فاطمہؓ کے دو پھول لے کر آئی ہوں۔ یہ دونوں امام مسلمؓ کے لاڈلے ہیں، بن باپ کے یتیم بچے ہیں، پردیس میں انکا کوئی نہیں، ان کی بے کسی اور یتیمی پر ترس کھانے کی بجائے ظالم اب ان بے گناہوں کے خون کے درپے ہیں۔ خوف و دہشت سے ننھا کلیجہ سوکھ گیا ہے۔ ہاشمی گھرانے کے یہ دونوں لال ڈر کے مارے درخت کی ایک کھوہ میں چھپے ہوئے تھے۔ بی بی سورج سوا نیزے پہ آگیاہے لیکن گہوارہ مادر سے نکلے ہوئے ان شیر خوار بچوں کے منہ میں ایک کھیل بھی اب تک نہیں پڑی ہے۔ مالکہ یہ سارا ماجرہ سن کر تڑپ گئی۔ گریہ بے اختیار سے اس کے آنچل کا دامن بھیگ گیا۔ وارفتگی شوق میں بچوں کو گود میں بٹھا لیا۔ چہرے کی بلائیں لیں، سر پر ہاتھ پھیرا اور نہلا دھلا کر کپڑے بدلوائے۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا، زلفیں سنواریں اور کھلا پلا کر محفوظ کوٹھڑی میں آرام کرنے کے لئے بستر لگا دیا۔ قدم قدم پر شفقت و پیار کا پھوٹتا ہوا سیلاب دیکھ کر غریب الوطن بچوں کو ماں یاد آگئی۔

یکایک مامتا کی گود کا پلا ہوا ارمان مچل اٹھا، بے تاب رونے لگے۔ پھول جیسے رخساروں پر ڈھلکتے ہوئے آنسو دیکھ کر مالکہ بے چین ہو گئی۔ دوڑ کر سینے سے لپٹا لیا۔ اپنے آنچل کے پلو سے آنسو پونچھے اور تسلی دیتے ہوئے کہا: آنکھ کے تارو! اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو! تمہارے قدموں پر میری جان نثار، میری روح صدقے، میں جب تک زندہ رہوں گی تمہارا ہر ناز اٹھاؤں گی، تمہارے دم قدم سے میرے ارمانوں کا چمن کھل گیا ہے، میرے آنگن میں چھما چھم نور کی بارش ہو رہی ہے۔

رات کی بھیانک سیاہی ہر طرف پھیل گئی تھی۔ امام مسلمؒ کے یتیم بچوں کی تلاش میں حکومت کے جاسوس اور دنیا کے لالچی کتے گلی گلی پھر رہے تھے۔ کافی دیر تک گھر کی مالکہ اپنے شوہر حارث کے انتظار میں جاگتی رہی۔ ایک پہر رات ڈھل جانے کے بعد وہ ہانپتا کانپتا تھکا ماندہ گھر واپس لوٹا۔ بیوی نے یہ حال دیکھ کر اچنبھے سے پوچھا: آج اتنے پریشان و بیحال کیوں نظر آتے ہیں آپ؟ کچھ دم لینے کے بعد جواب دیا: تمہیں شاید خبر نہیں کہ باغی مسلم کے ہمراہ اس کے دو بچے بھی آئے تھے۔ کئی دن تک وہ کوفہ میں روپوش رہے۔ پرسوں صبح کو مدینے جانے والے راستے کے قریب انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ کل رات کے کسی حصے میں داروغہ جیل کی سازش سے وہ فرار ہو گئے۔ ابن زیاد کی طرف سے عام منادی کردی گئی ہے کہ جو انہیں پکڑ کر لائے گا اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ وقت کا سب سے بڑا اعزاز حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ زریں موقع اب ہاتھ نہیں آئے گا بیگم۔ صبح سے انہی بچوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ دوڑتے دوڑتے برا حال ہے، ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔

حارث کی بات سن کر بیوی کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ دل ہی دل میں پیچ وتاب کھانے لگی۔ مسحور کر لینے والی ادائے دلبرانہ کے ساتھ اس نے اپنے شوہر کو سمجھانا شروع کیا: ابن زیاد آل رسولﷺ کا خون ناحق بہا کر اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔ دنیا کی آسائش چند روزہ ہے، انعام کے لالچ میں جہنم کا ہولناک عذاب مت خریدئیے! ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے! کل میدان حشر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم کیا منہ دکھائیں گے۔ حارث کا دل پوری طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ بیوی کی باتوں کا کوئی اثر اس کے دل پر نہیں ہوا۔ جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا: نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، عاقبت کا نفع نقصان میں خود سمجھتا ہوں، میرا ارادہ اٹل ہے، اپنی جگہ سے کوئی بھی مجھے نہیں ہلا سکتا۔

سنگدل شوہر کی نیت بد معلوم ہونے کے بعد منٹ منٹ پر دل دھڑک رہا تھا کہ مبادا ظالم کو کہیں بچوں کی بھنک نہ لگ جائے۔ اس لئے جلد ہی اسے کھلا پلا کر سلا دیا اور جب تک نیند نہیں آ گئی، بالیں پر بیٹھی اسے باتوں میں بہلاتی رہی۔ جب وہ سو گیا تو دبے پاؤں اٹھی اور بچوں کی کوٹھڑی میں تالا ڈال دیا۔ فکر سے آنکھوں کی نیند اڑ گئی تھی۔ رہ رہ کر دل میں ہوک اٹھتی تھی۔ ہائے اللہ! حرم نبوت کے ان راج دلاروں کو کچھ ہو گیا تو حشر کے دن سیدہؓ کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ دنیا قیامت تک میرے منہ پر تھوکے گی کہ میں نے نبی زادوں کے ساتھ دغا کیا، انہیں جھوٹا دم دلاسا دے کر مقتل کی راہگزر تک لے آئی، آہ! میرے عشق پارسا کا سارا بھرم لٹ گیا، میرے حسین خوابوں کا تار تار بکھر گیا۔ ہائے افسوس! اس گھر کو معصوم بچے اپنا ہی گھر سمجھ رہے ہوں گے۔ کہیں یہ راز فاش ہو گیا تو ان کے ننھے دل پر کیا گزرے گی۔ وہ مجھے اپنے تئیں کیا سمجھیں گے لیکن میرے دل کا حال تو خدا عز و جل اور اس کے رسولﷺ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جیتے جی لاڈلوں کی جان پر کوئی آفت نہیں آنے دوں گی۔ یااللہ! مجھے اپنے محبوبوں کے عشق میں ثابت قدم رکھ، ان کے آنسوؤں کا گوہر ٹپکنے سے پہلے میرے جگر کا خون ارزاں کر دے۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ کوفے کی بد نصیب آبادی پر ہر طرف نیند کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حارث بھی اپنے گھر میں بے خبر سو رہا تھا۔ دونوں بچے بند کوٹھڑی میں محو خواب ناز تھے کہ اسی درمیاں

انہوں نے ایک نہایت دردناک اور ہیجان انگیز خواب دیکھا۔ چشمہ کوثر کی سفید موجوں سے نور کی کرن پھوٹ رہی ہے۔ باغ فردوس کی شاہراہ پر چاندنی کا غلاف بچھا دیا گیا ہے قریب ہی کچھ فاصلے پر شہنشاہ کونین صلی اللّٰہ علیہ وسلم، مولائے کائنات، حضرت امام مسلم رضوان اللّٰہ علیہم جلوہ فرما ہیں۔ دونوں بچوں پر نظر پڑتے ہی سرکارؐ نے امام مسلمؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: مسلم! تم خود تو آگئے اور جور و ستم کا نشانہ بننے کے لئے ہمارے جگر پاروں کو اشقیاء کے ہاتھوں میں چھوڑ آئے۔ حضرت مسلمؓ نے نیچی نگاہ کئے جواب دیا وہ بھی پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ حضورؐ! بہت قریب آ چکے ہیں بس دو چار قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ خدا عز و جل نے چاہا تو کل کا سورج طلوع ہوتے ہی وہ دامن رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں میں مچل رہے ہوں گے۔ یہ خواب دیکھ کر دونوں بھائی چونک پڑے۔ بڑے نے چھوٹے کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا: اب سونے کا وقت نہیں ہے۔ ہماری زندگی کی سحر ہو گئی ہے۔ بھیا! اٹھو بابا جان نے خبر دی ہے کہ اب ہم چند گھنٹے کے مہمان ہیں۔ حوض کوثر پر نانا جانؐ ہمارے انتظار میں کھڑے ہیں۔ دادی اماںؓ نہایت بے تابی کے ساتھ ہماری راہ دیکھ رہی ہیں۔ بھیا صبر کر لو، اب دشمنوں کی خون آشام تلواروں سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔ اب مدینے لوٹ کر جانا نصیب نہیں ہو گا۔ ہائے امی جان! اب آخری وقت بھی ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ چھوٹے بھائی نے ڈبڈباتے ہوئے جواب دیا: بھائی جان! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ کیا سچ مچ ہم لوگ کل صبح کو قتل کر دئیے جائیں گے؟ ہائے! ایک دوسرے کو ذبح ہوتے ہوئے ہم کیسے دیکھ سکیں گے بھیا؟ یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے ساتھ گلے میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

قضا بھی تاک میں ہی تھی۔ نالہ بے اختیار کی آواز سے جلاد حارث کی آنکھ کھل گئی۔ آہ! سوتی قیامت جاگ اٹھی۔ ظالم نے بیوی کو جگا کر پوچھا: یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ صورت حال کی نزاکت سے بیوی کا کلیجہ سوکھ گیا۔ اس نے ٹالتے ہوئے جواب دیا: سو جائیے! کہیں پڑوس کے بچے رو رہے ہوں گے۔ سنگدل نے تیور بدل کر کہا: پڑوس سے نہیں ہمارے گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ ہو نہ ہو یہ وہی مسلم کے بچے ہیں جن کی تلاش میں کئی دن سے میں سرگرداں ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اٹھا اور اس کوٹھڑی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ تالا توڑ کر دروازہ کھولا، اندر جا کر دیکھا تو دونوں بچے روتے روتے بے حال ہو گئے تھے۔ کرخت لہجے میں دریافت کیا: تم کون ہو؟

اچانک اس اجنبی آواز پر بچے سہم گئے لیکن چونکہ اس گھر کو اپنا دارالامان سمجھے ہوئے تھے، یہ کہتے ہوئے ذرا بھی تامل نہ ہوا کہ ہم امام مسلمؓ کے یتیم بچے ہیں۔ یہ سن کر ظالم غصے سے دیوانہ ہو گیا۔ میں چاروں طرف ڈھونڈ کر ہلکان ہو رہا ہوں اور آپ لوگوں نے ہمارے ہی گھر میں عیش کا بستر لگایا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور نہایت بے رحمی کے ساتھ ان ننھے یتیموں کے رخساروں پر طمانچے برسانا شروع کئے۔ شدت کرب سے دونوں بھائی بلبلا اٹھے۔ بے تحاشہ بیوی دوڑی اور یہ کہتے ہوئے درمیان میں حائل ہو گئی: ارے ظالم! یہ کیا کر رہا ہے؟ ارے فاطمہؓ کے راج دلارے ہیں! ان کی چاند جیسی صورتوں پر ترس کھاؤ۔ ہاتھ روک لے ستمگر! جنت کے پھولوں کا سہاگ مت لوٹ! چمنستان قدس کی نازک کلیوں کو گھائل مت

کر۔ بن باپ کے دکھیاروں کا کچھ تو خیال کر ظالم! پھر مامتا کی جھونک میں اٹھی اور اس کے قدموں پر اپنا سر پٹکنے لگی۔ لے! میرا سر کچل کر اپنی ہوس کی آگ بجھا لے لیکن فاطمہؓ کے جگر پاروں کو بخش دے۔

غصے میں چور سنگدل نے اسے اتنے زور کی ٹھوکر ماری کہ وہ پتھر کے ایک ستون سے ٹکرا کر لہولہان ہو گئی۔ طمانچے مارتے مارتے جب تھک گیا تو شقی ازلی نے دونوں بھائیوں کی مشکیں کسیں اور غلاف کعبہ کی لٹکی ہوئی زلفوں کو زور سے کھینچا اور آپس میں ایک دوسرے سے باندھ دیا۔ مارے دہشت کے بچوں کا خون سوکھ گیا، حلق کی آواز پھنس گئی، آنکھوں کے آنسو جل گئے۔ اس کے بعد سیاہ بخت یہ کہتا ہوا کوٹھڑی کے باہر آیا: جس قدر تڑپنا ہے تڑپ لو، دن نکلتے ہی میری چمکتی ہوئی تلوار تمہیں ہمیشہ کے لئے چین کی نیند سلا دے گی۔

دروازہ مقفل تھا۔ اندر کا حال خدا عز و جل جانے، ویسے ننھی جانوں میں اب تاب ہی کہاں تھی کہ نالوں کا شور بلند ہوتا۔ البتہ زنداں کی کوٹھڑی سے تھوڑے تھوڑے وقفے پر آہستہ آہستہ کراہنے کی آواز سنائی پڑتی تھی۔

بلا لاؤ قیامت کو! بڑا ناز ہے اسے مناظر کی ہولناکی پر، سوا نیزے والے آفتاب کی روشنی میں وہ سیدہؓ کے شیر خوار بچوں کی اسیری کا تماشہ دیکھ لے اور ذرا محشریوں کو بڑھ کر آواز دو! وہ بھی گواہ ہو جائیں کہ جس محمد عربیؐ کے اشارہ ابرو پر کل ان کی بیڑیاں ٹوٹ کے گرنے والی ہیں آج انہی کی گود کے لاڈلے زنجیروں میں سسک رہے ہیں۔ ہائے رے! مقام بلند کی قیامت آرائیاں! بڑے بڑے لالہ رخوں مہ جبینوں اور گل رویوں کا نگار خانہ جمال تو نے دن دھاڑے لوٹ لیا اور تیرے خلاف کہیں داد فریاد بھی نہیں ہو سکی۔

ارمانوں کے خون کی سرخیاں لئے ہوئے لرزتی کانپتی سحر طلوع ہوئی۔ گھنے بادلوں کی اوٹ میں منہ چھپائے سورج نکلا، جونہی دشمن نے اپنی خون آشام تلوار اٹھائی، زہر میں بجھا ہوا خنجر سنبھالا اور خونخوار درندے کی طرح کوٹھڑی کی طرف لپکا، نیک بخت بیوی نے دوڑ کر پیچھے سے اس کی کمر تھام لی۔ جفا کار نے اتنے زور کا اسے جھٹکا دیا کہ سر ایک دیوار سے ٹکرایا اور وہ آہ کر کے زمین پر گر پڑی۔ بیوی کو گھائل کرنے کے بعد جوش غضب میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ہاتھ میں ننگی تلوار اور چمکتا خنجر دیکھ کر دونوں بھائی لرز گئے۔ خوف سے نرگسی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ابھی وہ اس ہولناک دہشت سے کانپ ہی رہے تھے کہ سیاہ بخت نے آگے بڑھ کر دونوں بھائیوں کی زلفیں پکڑیں اور نہایت بیدردی کے ساتھ انہیں گھسیٹتا ہوا باہر لایا۔ تکلیف کی شدت سے معصوم بچے تلملا اٹھے، پچھاڑیں کھا کھا کر اس کے قدموں پر سر پٹکنے لگے، ٹوٹ ٹوٹ کر آہ وفریاد کرنے لگے، لیکن سنگدل کو ترس نہ آنا تھا نہ آیا۔ لہو میں شربوار پاک طینت بی بی پھر اُٹھی اور بپھری ہوئی شیرنی کی طرح گرجتے ہوئے کہا: آخر گھسیٹ کر کہاں لے جا رہا ہے ان بے گناہ مسافروں کو؟ دشمنی تھی تو انکے باپ سے تھی، چار دن کے معصوم بچوں سے کیا دشمنی ہے جو تو انکا خون بہانے پر تلا ہوا ہے۔ ساری دنیا یتیم بچوں پر ترس کھاتی ہے اور تو رات سے انہیں شکنجے میں کسے ہوئے ہے۔ تھپڑوں سے مار مار کر تو نے انکا پھول سا چہرہ لہو لہان کر دیا ہے۔ رحمتوں کی گھٹا کی طرح لٹکتی ہوئی زلفوں کو تو اتنی بیدردی کے ساتھ گھسیٹ رہا ہے کہ بالوں کی جڑوں سے

خون بہنے لگا۔ رات سے اب تک مدینے کے یہ نازنین بے آب و دانہ لگا تار تیرے ظلم وستم کی چوٹ کھا رہے ہیں اور تجھے ان کی کم سنی پر بھی ترس نہیں آیا۔ پردیس میں انکا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے اس لئے بے سہارا سمجھ کر تو انہیں تڑپا تڑپا کے مار رہا ہے۔ جس نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھتا ہے وہ اگر اپنی تربت سے نکل آئیں تو کیا انکے روبرو بھی ان کے نازنین شہزادوں کے ساتھ تو ایسا سلوک کرسکے گا۔ تیرے بازوؤں میں بڑا کس بل ہے تو کسی کڑیل جوان سے پنجہ لڑا، دودھ پیتے بچوں پہ کیا اپنی شہ زوری دکھلاتا ہے۔

اس کے سینے میں غیرت ایمانی کا جوش ابل پڑا تھا۔ اپنی جان پر کھیل کر اب وہ رفاقت حق کا آخری فیصلہ کر دینا چاہتی تھی۔ جذبات میں بے قابو ہو کر اس نے جیسے ہی بچوں کو اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کی، اس بدبخت نے ایک بھرپور ہاتھ کا گھونسا اس کے سینے پر مارا اور وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑی۔ لونڈی سامنے آئی تو وہ بھی اس کی تیغ ستم سے گھائل ہوئی۔ اس کے بعد شکنجے میں کسے ہوئے دونوں بھائیوں کو گھسیٹ کر باہر لایا اور سامان کی طرح ایک خچر پر لاد کر دریائے فرات کی طرف چل پڑا۔

رسیوں میں جکڑے ہوئے مسلم یتیم زندانی اب مقتل کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ مایوس چہروں پہ بے بسی کی حسرت برس رہی تھی۔ دم بہ دم دل کی دھڑکن تیز ہوتی جاتی تھی۔ رہ رہ کر بچھڑی ہوئی ماں کی آغوش، شفقت وپیار کا گہوارہ مدینے کا دارالامان اور حجرہ عائشہؓ میں گیتی کی آخری پناہ گاہ یاد آرہی تھی۔ کچلے ہوئے ارمانوں کے ہجوم میں چھوٹے بھائی کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ طویل خاموشی کے بعد اب آنسوئوں کا تھما ہوا طوفان ابل پڑا۔ بڑے بھائی نے آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: جان عزیز صبر کرو! ہمت سے کام لو! اب زندگی کی گنتی کی چند سانسیں باقی رہ گئی ہیں، انہیں بے تابیوں کے ہیجان سے رائیگاں مت کرو۔ وہ دیکھو دریائے فرات کی سطح پر چشمہ کوثر کی سفید موجیں ہمیں سر اٹھا کر دیکھ رہی ہیں اب اس جہان فانی سے اپنا لنگر اٹھا لو۔ چند ہی قدم کے بعد عالم جاوید کی سرحد شروع ہو رہی ہے۔ بس دو گھڑی میں ہم اس جفا پیشہ دنیا کی دسترس سے باہر نکل جائیں گے۔

تھوڑی دیر چلنے کے بعد دریائے فرات نظر آنے لگا۔ جلاد نے اپنی تلوار چمکاتے ہوئے کہا: سانپ کے بچو(معاذ اﷲ)! دیکھو لو اپنا مقتل خانہ! یہیں تمہارا سر قلم کر کے سارے جہان کے لئے ایک عبرت ناک تماشا چھوڑ جاؤں گا۔ یہ سن کر بچوں کا خون سوکھ گیا، کنارے پہنچ کر شقی ازلی نے انہیں خچر سے اُتارا، مشکیں کھولیں اور سامنے کھڑا کیا۔ اب دونوں کھلی آنکھوں سے سر پہ منڈلاتی ہوئی قضا دیکھ رہے تھے۔ بے بسی کے عالم میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے آسمان کی طرف تکنے لگے۔

جوں ہی بھویں تانے، تیور چڑھائے قتل کے ارادے سے اس نے اپنی تلوار بے نیام کی، مظلوم بچوں نے اپنے ننھے ہاتھ اُٹھا کر رحم کی درخواست کی۔ اتنے میں ہانپتی کانپتی، گرتی پڑتی، پیکر وفا بی بی بھی آپہنچی۔ آتے ہی اس نے پیچھے سے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک عاجز و درماندہ کی طرح خوشامد کرتے ہوئے کہا: خدا عز و جل کے لئے اب بھی مان جاؤ۔ آل رسولﷺ کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین مت کرو۔ رحم وغمگساری کے جذبے میں ذرا ایک بار آنکھ اٹھا کر دیکھو! بچوں کی ننھی جان سوکھی جا رہی ہے۔ تلوار سامنے سے ہٹا لو۔

نفس کا شیطان پوری طرح مسلط ہو چکا تھا۔ ساری منت وسماجت بیکار چلی گئی۔ غصے میں بھرپور تلوار کا ایک وار بیوی پر چلایا۔ وہ پیکر ایمان گھائل ہو کر تڑپنے لگی۔ بچے یہ دردناک منظر دیکھ کر سہم گئے۔ اب سیاہ بخت جلاد اپنی خون آلود تلوار لے کر بچوں کی طرف بڑھا۔ چھوٹے پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چیخ اٹھا۔ خدارا پہلے مجھے ذبح کرو۔ جان سے زیادہ عزیز بھائی کی تڑپتی ہوئی لاش نہیں دیکھ سکوں گا۔ چھوٹے بھائی نے سر جھکاتے ہوئے خوشامد کی۔ بڑے بھائی کے قتل کا منظر مجھ سے ہرگز نہ دیکھا جا سکے گا۔ خدا عز و جل کے لئے پہلے میرا سر قلم کرو۔ اس لرزہ خیز منظر پر عالم قدس میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ شہنشاہ کونین صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلیجہ تھامے ہوئے مشیت کی ادا پر صابر وشاکر تھے، سیدہؓ کی روح مچل مچل کر عرش الٰہی کی طرف بڑھ رہی تھی کہ عالم گیتی کو تہ و بالا کر دے لیکن قدم قدم پر سرکارؐ کی پرنم آنکھوں کا اشارہ انہیں روک رہا تھا، حیدر خیبر شکن کرم اللّٰہ وجہ اپنی تیغ لئے ہوئے سرکارؐ کی جنبش لب کے منتظر تھے کہ آن واحد میں جفا شعاروں کو کیفر کردار تک پہنچا دیں، روح الامین علیہ السلام بال و پر گرائے دم بخود تھے، رضوان کوثر و تسنیم کا ساغر لئے انتظار میں کھڑا تھا، عالم برزخ میں ہلچل مچی ہوئی تھی، ملکوت اعلیٰ پر سکتہ طاری تھا کہ ایک مرتبہ بجلی چمکی، ستارہ ٹوٹا اور فضا میں دو ننھی چیخیں بلند ہوئیں۔ مرکز عالم ہل گیا، چشم فلک جھپک گئی، ہوائیں رُک گئیں، دھارے تھم گئے اور دھرتی کا کلیجہ شق ہو گیا، حیرت کا طلسم ٹوٹا تو امام مسلمؓ کے یتیم بچوں کے کٹے ہوئے سر خون میں تڑپ رہے تھے اور لاش دریائے فرات کی لہروں کی گود میں ڈوبتی جارہی تھیں۔

سلام ہو تم پر اے محمد و ابراہیم! اے امام مسلمؓ کے راج دلارو! تمہارے مقدس خون کی سرخی سے آج تک گلشن اسلام کی بہاروں کا سہاگ قائم ہے۔ خدائے غافر و قدیر تمہاری ننھی تربتوں پر شام وسحر رحمت و نور کی بارش برسائے۔

پروانے کا حال اس محفل میں ہے قابل رشک اے اہل نظر
اک شب ہی میں یہ پیدا بھی ہوا عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

تحریر: علامہ ارشد القادریؒ

تعارف سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ

حصولِ حیاتِ طیبہ کی جستجو جب خلوصِ نیت سے کی جاتی ہے تو ایک وقت ایسا آ جاتا ہے جب خالقِ کائنات کسی برگزیدہ ہستی کی صحبت فراہم فرما دیتے ہیں۔

ہر کہ شد مقبولِ مقبولانِ حق
ہست او لُطفِ خدارا مستحق

چنانچہ اللّٰہ کریم نے ہماری قسمت کے ستارے کو سربلندی عطا فرماتے ہوئے ہمیں ایک محبوبِ مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ہستی کے دامن سے وابستہ فرما دیا جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی عبد الحقؒ ہے۔ سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ آپ ہی سے منسوب ہے۔ آپ قبلہ عالم سراج السالکین حضرت خواجہ محمد سراج الحق کرنالوی گورداسپوری صاحب رحمت اللّٰہ علیہ سے اجازت یافتہ ہیں۔

ابو الریاض فیض السراج اعلیٰ حضرت محبوب المشائخ مخدوم عبد الحق سراجی صاحب قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ العزیز کا اصل کمال یہ ہے کہ آپ ہر لمحہ رضائے الٰہی کے متلاشی اور ہر آن ثنائے مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم میں سرشار و مستغرق رہتے۔ آپ کا قلبِ اطہر اپنے پیر و مرُشِد کے حسن و خوبی کا عکسِ جمیل ہے۔ آپ نے ہمیشہ حُبِّ شیخ میں منہمک رہ کر اطاعتِ شیخ کی سعادت کے حصول کے ثمرہ میں بارگاہِ شیخ سے خلافتِ عظمیٰ کی دستارِ فضیلت حاصل کی۔ شیخ کی نگاہِ فیض نے ان کو جُملہ سِلاسلِ روحانی یعنی سِلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ، سِلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، سِلسلۂ عالیہ سہروردیہ، سِلسلۂ عالیہ اویسیہ رسول نمائیہ اور سِلسلۂ عالیہ شاہیہ قطبیہ کے فیوض و برکات تفویض فرما کر صاحبِ ارشاد فرما دیا اور ہمارے لیے فیوض و برکاتِ روحانی کے دروازے کھول دئیے۔

حمد بے حد ہے جنابِ کبریا کیواسطے
صد درود و نعت احمد مجتبیٰؐ کیواسطے

ہر بُنِ مُو سے محمدؐ ہی محمدؐ ہو عیاں
عشق ایسا دے محمد مصطفیٰؐ کیواسطے

حضرتِ صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ عمرؓ
حضرتِ عثمانؓ، علی مشکل کشاؓ کیواسطے

بھیج یا رب اِن پہ رحمت اور سب اصحاب پر
اور سب ازواج و آلِ مصطفیٰؐ کیواسطے

دو جہاں میں کر عنایت تاجِ عشقِ احمدؐی
خاندانِ قادری قدرت نما کیواسطے

خاندانِ چشت کی ہر دم غلامی کر عطا
فخر ہے عالم میں یہ مجھ بے نوا کیواسطے

کر عطا یا رب تو فیضِ اولیائے نقشبند
انبیاءؑ و غوثؒ و قطبؒ و اولیاءؒ کیواسطے

کر عطا فیضانِ شجرہ سہروردی یا خدا
خواجگانِ سہروردی باصفا کیواسطے

کر عطا یارب تو فیضِ شجرۂ اویسیہ
انبیاء و اولیاء و اصفیا کیواسطے

کر عطا فیضانِ نورِ شجرۂ شاہی مجھے
فخرِ سِرّی حقِ حکمت اولیاء کیواسطے

کر عنایت سوز و ساز و درد و جذبِ عاشقاں
شاہ سراج الحق سراجِ اولیاء کیواسطے

شیخِ کامل مظہرِ کُل صاحبِ روشن ضمیر
شاہ عبدالحق پسندِ اولیاء کیواسطے

ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں دربار میں
کر قبول اِن کی شفاعت مجھ گدا کیواسطے

ہے عبادت کا کسی کو اور تقوےٰ کا خیال
ہاتھ خالی ہیں میرے بس التجا کیواسطے

رُو سیاہ ہوں پُر گناہ ہوں ہوں مگر تیرا ہی میں
ہے سہارا نام تیرا مجھ گدا کیواسطے

آ گرا ہوں در پہ تیرے ہو کے خستہ و ملول
رحم کر تو اپنی ذاتِ کبریا کیواسطے

آپ یکم مارچ ۱۹۰۱ء کو بمقام قصبہ مہتہ تحصیل و ضلع امرتسر خاندان قریش کے ایک ممتاز و معزز صاحبِ علم و فضل گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپکا سلسلہ نسباً حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حسباً حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آثارِ رحمت جبین سعادت پر روزِ اول سے روشن تھے۔ لہو و لعب سے نفور اور قادرِ مطلق کی طرف رغبت اور ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم میں انہماک طرۂ امتیاز تھا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوض و برکات اپنے والد گرامی حضرت میاں دین محمد صاحب رحمت اللّٰہ علیہ سے حاصل کئے۔ آپ پر چونکہ جذب و محبت اور عشق و محبت غالب تھی، اس لئے آپ نے قریباً بائیس سال کی عمر شریف میں قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد سراج الحق صاحب رحمت اللہ علیہ کے دامِ روحانیت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا اور درسگاہِ طریقت میں زانوئے ادب طے کر کے مرشد کامل سے ۴۰ سے زائد سلاسل عالیہ میں خلافت و ارشاد کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے طلبِ رزقِ حلال کے لئے محکمۂ تعلیم کا انتخاب کیا اور عہدِ برطانیہ میں بے خوف و خطر اسکول میں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لئے باقاعدگی سے علیحدہ وقت دیتے رہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ ملازمت حلال روزی کمانے کا ذریعہ ہے مذہب اور ضمیر کا سودا نہیں۔ ساری ملازمت قصبہ مہتہ کے مقامی اسکول میں ہیڈ ماسٹر متعین رہے تا آنکہ پاکستان وجود میں آ گیا اور آپ ہجرت فرما کر لاہور بادامی باغ کے قریبی علاقے میں کرائے کے مکان میں رہائش پذیر رہے جب تک کہ مکان الاٹ ہوا اور وہاں منتقل ہو گئے۔ یہ مکان چار دیواری اور دو کمروں کے سوا کچھ نہ تھا اور ابھی زیرِ تعمیر تھا۔ اس میں کچھ شہتیر اور مختصر سا سامان تھا جو آپ نے محلہ میں مسجد نور کی تعمیر میں دے دیا اور بعد میں اس الاٹ شدہ مکان کو خود قابلِ رہائش کر کے خاص للہیّت کے نور سے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم کی شمع جو آپ کو اپنے شیخ پاک سے عطا ہوئی تھی روشن کرنے کا آغاز کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حبِ مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بغیر حبِ الٰہی کا دعویٰ ایک سراب ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا مرکزی نقطہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم کے

مابین کوئی دوئی اور بعد نہیں ہے اور توحید و رسالت ایک دوسرے کی معرفت کا وسیلہ ہیں۔

از طاعت الٰہی دیدم جمال احمدؐ
وز حب مصطفائی دریافتم خدارا

آپ بیک وقت "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْل" کے قرآنی حکم پر عمل پیرا رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ حبِ رسول صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کی مے سے خود بھی سرشار تھے اور اپنی حیاتِ ظاہری میں بھی اسی حوالے سے ساقی گری کرتے رہے اور دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی ان کا چشمۂ فیض جاری ہے۔ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم آپ کی زبان مبارک پر جاری رہتا اور آپ پر ایک والہانہ کیفیت طاری رہتی۔ آپ کی طبیعت میں کشش، زبان میں تاثیر اور چہرے پر نورِ رسالت صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کی شعائیں ہر وقت ہالہ کئے رہتیں۔ معترض کو شیریں گفتاری سے قائل فرماتے۔ حضور رسالتماب صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم میں ادنیٰ گستاخی کا شائبہ تک بھی برداشت نہ فرماتے اور وفورِ محبت سے سرکار کا قصیدہ شروع فرما دیتے جِس سے سننے والے کیف و سرور کی وادی میں کھو جاتے اور حبِ رسول صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم سے بہرہ مند ہو جاتے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۷۹ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۹۹ھ بروز بدھ، صبح گیارہ بجے سے نمازِ ظہر کے وقت ہونے کا استفسار فرماتے رہے اور اِدھر آذان گونجی، اُدھر آپ نے تین دفعہ اسمِ ذات پکار کر خالقِ حقیقی کو لبیک کہ دیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

اگلے روز عین ظہر کی نماز کے وقت آپ کو آغوشِ لحد میں اتار دیا گیا۔ اسلام پورہ لاہور سے ملحقہ قبرستان میں آپ کی آرام گاہ زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حوالاجات:

۱۔ حدائقِ اشجارِ طریقت از حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانی رحمت اللّٰہ علیہ۔
۲۔ سرمائہ حیات از حضرت اکرام الحق فاروقی سراجی حقانی دامت برکاتھم العالیہ۔
۳۔ شمیمِ ولایت از حضرت ابو مظہر سراجی غنوئی دامت برکاتھم العالیہ۔
٤۔ مظہر نامہ از حضرت ابو مظہر سراجی غنوئی دامت برکاتھم العالیہ۔
۵۔ انوار الاشجار از حضرت صوفی محمد ظہور الحق رحمت اللّٰہ علیہ۔

صحت کے راز

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک بچنا چاہئے دوا سے

اگر تجھ کو لگے جاڑوں میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی

جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو چکھ لے سونف یا ادرک کا پانی

اگر خون کم بنے بلغم زیادہ
تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ

جو بد ہضمی میں تو چاہے افاقہ
تو لے ایک یا دو وقت فاقہ

پیچش ہے تو پیچ اس طرح کس لے
ملا کر دودھ میں لیموں کا رس لے

جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعفِ جگر ہے، کھا پپیتا

جگر میں ہو اگر گرمی، دہی کھا
اگر آنکھوں میں خشکی ہے تو گھی کھا

تھکن سے ہوں اگر اضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے

جو طاقت میں کمی ہوتی ہے محسوس
تو پھر ملتانی مصری کی ڈلی چوس

زیادہ گر دماغی ہے ترا کام
تو کھایا کر ملا کر شہد بادام

اگر ہو دل کی کمزوری کا احساس
مربہ آملہ کھا اور انناس

اگر گرمی کی شدد ہو زیادہ
تو شربت پی بجائے آبِ سادہ

جو دکھتا ہو گلہ نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے

اگر ہے درد سے دانتوں کے بے کل
تو انگلی سے مسوڑھوں پہ نمک مل

نبی کا قول سن ہا وصف و ادراک
روزانہ تو کیا کر تازہ مسواک

اگر ٹی بی غریبی کے ہیں حیلے
روزانہ ایک پاء گدھی کا دودھ پی لے

شفا چاہے گر کھانسی سے جلدی
تو پی لے دودھ میں تھوڑی سی ہلدی

جو کانوں میں اگر تکلیف ہووے
تو سرسوں کا تیل پھاہے سے نچوڑے

اگر آنکھوں میں پڑ جاتے ہیں جالے
تو دکھنی مرچ گھی کے ساتھ کھالے

جو ٹائیفائیڈ سے چاہے رہائی
بدل پانی کے گنا چوس بھائی

دمہ میں کھا غذا اصلی، نہ نقلی
کھٹائی چھوڑ، کھا دریا کی مچھلی

ذیابطیس اگر تجھ کہ جو مارے
تو جامن تازہ کھا اور لے نظارے

کیا کر غسل آبِ گرم سے تُو
لیا کر لقمہ ٹھنڈا عزم سے تُو

نہائے گرم، کھائے ٹھنڈا انسان
نہ ہو گی ڈاکٹر کی طلب اے جان

اگر تُو چشتی ہے یا قادری ہے
نظامی ہے اگر یا صابری ہے

تُو بیٹھا کر کبھی بزمِ سماع میں
نفع ہو دین و دنیا کی متاع میں

اگر ہو تیرے دل پر غم پہ غم یاس   تو بیٹھا کر کسی درویش کے پاس
جو ہے افکارِ دنیا سے پریشاں   -----

کلام: مسز رضیہ نکہت بٹ، ہومیوپیتھک لیڈی ہیلتھ اسسٹنٹ

حدیثِ دل

اے اللہ! اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کروں تو تجھے اختیار ہے کہ مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر تُو یہ سمجھتا ہے کہ میں جنت کے لالچ میں مصروفِ عبادت رہتی ہوں تو تُو فردوس کو مجھ پر حرام کر دے اور اگر میری عبادت تیرے دیدار کی خاطر ہے تو پھر مجھے اپنے جمالِ عالم افروز سے مشرف کر دے۔
حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ علیہا

جان لے کہ ایک ایسا عالم بھی ہے جس کو حواس کے سوا کوئی چیز معلوم نہیں کر سکتی اور ایک عالم وہ بھی ہے جس کو عقل کے سوا کوئی اور چیز نہیں پہچان سکتی۔ ان کے علاوہ ایک ایسا عالم بھی ہے جس کا ادراک علم کے سوا ناممکن نہیں۔ اِس عالم کو عشق کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔
حضرت شیخ محمد حسین رحمت اللہ علیہ

مومن وہ ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھے: موت، فاقہ کشی اور درویشی۔ حلال کھاؤ، حلال کمائی کا لباس پہنو اور توبہ کرتے رہو۔
حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمت اللہ علیہ